© rasailojaraid.com

قسط نمبر: 1

بیع الحقوق عصر حاضر میں

مفتی عامر نواز صاحب
جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان

"تمہید"

حامداً و مصلیاً:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام آنبیاء کرام کی خاتم ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔آپ ﷺ نے دین اسلام کی تکمیل فرمائی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا "

مطلب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کتاب لائے ہیں۔ وہی ضابطہ حیات ہے پوری انسانیت کیلئے اس کتاب میں رہنمائی موجود ہے۔خواہ پتھر والے زمانے کے لوگ ہو یا آج کے اس ترقی یافتہ دور کے لوگ ہو۔غرض قیامت تک کے لوگوں کیلئے یہ کتاب لاریب مشعل راہ ہے۔جو شخص اس کلام اللہ کے ہدایات پر عمل کر کے چلے گا۔تو منزل مقصود تک آسانی کیساتھ پہنچ جائے گا۔اسی طرح کلام الٰہی کو لانے والے کے ارشادات جو دراصل اس کلام الٰہی کی تشریح اور تفسیر ہے، پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔جس کو" حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم" کہتے ہے۔

لہٰذا قرآن وحدیث دونوں پر عمل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ قرآن مجید اصول وکلیات کو بیان کرتا ہے۔اور جزیات وفروغ کی تفصیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبیین ہی سے ہو سکتی ہے،اور جزیات لامتناہی ہوتے ہیں بلکہ زمانے کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس لئے حکم دے دیا گیا کہ قرآن وسنت کو ہی اصل سمجھو اور مانو اور جو کچھ پاؤ، انہی ہی سے پاؤ۔اور امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت تیار کی گئی اور پھر انہوں نے بدلتی دنیا کے حالات کو سمجھا اور انسانیت کی رہنمائی کا حق آدا کیا اور امت مسلمہ کو حکم دیا کہ:

" فاعتبروا یا اولی الابصار " ۔

ترجمہ:...... کہ اے سمجھ والو سمجھو اپنی عقل کو استعمال کرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کلمہ گو کو قتل کر دیا کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے مطمئن نہیں تھا۔ تو آیت نازل ہوئی۔

" فلا وربک لا یؤ منون حتی یحکموک فیما شجر بینهم "

کہ عمر فاروقؓ کا اعتبار معتبر ہے۔ ہمیں منظور ہے۔ انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین والی جماعت کی اعتبار کو جسے فقہاء قیاس کہتے ہیں، سکھانے کیلئے خاتم النبیین سے کہا گیا:

" وشاورهم فی الامر "

اس جماعت کی رائے لیا کیجئے تا کہ آئندہ معاملات کی جدید صورتوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں حل تلاش کر سکے اس لئے کہا گیا کہ: " القیا س مظهر لا مثبت "

قدرت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کیلئے ایسا انتظام کیا اور ایسے مواقع فراہم کیے تا کہ آنے والی امت کو نمونے ملے اور قدرت کو یہی منظور تھا۔ ورنہ: " حفاة عراة یتطالو ن فی البنیان " کاسیات، عاریات اور " لا یبقی فیه بیت مدر " جیسی پیشن گوئی کرنے والا آقا اگر قیامت تک آنے والے سارے مسائل کا حل پیش کر دیتے تو: " الراسخون فی العلم " . اور کا انبیا ء بنی اسرئیل والی جماعت کیسے وجود میں آتی اور ان کا کام ہی کیا رہ جاتا " خیر امة " کیسے کہلاتی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " فاسئلو اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون " . اہل ذکر کا وجود نہ ہوتا تو " لاتعلمون " کس سے سوال کرتے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " فلیبلغ المشاهد الغائب ، فرب حامل فقه الی من هو افقه منه " . افقہ کیسے دنیا میں آتے اور کیوں آتے؟ الغرض یہ بات سکھانی مقصود تھی کہ جب ضرورت پیش آئے تو پوچھو، حالات جیسے جیسے پیش آئے اسی کے مطابق پوچھو، اسی کی تحقیق کرو اور تلاش کرو کیونکہ تم ہی نمونہ ہو اور تم ہی النجوم ہو۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کا عہدہ قضاء سنبھالنے کیلئے روانہ ہونے سے پہلے دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، معاذ فیصلہ کس طرح کرو گے، عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کرونگا پھر ارشاد ہوا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے، جواب دیا کہ پھر سنت رسول ﷺ سے فیصلہ کرونگا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اگر سنت رسول ﷺ میں بھی وہ فیصلہ نہ ملے تو عرض کیا کہ پھر اپنے اجتہاد سے یعنی قیاس سے فیصلہ کرونگا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس جواب پر دربار رسالت ﷺ سے شاباش ملی، ارشاد ہوا:

" الحمد الله الذ ی وفق رسول رسول الله بما یر ض به رسول الله "

کہ وارث نے وارث ہونے کا حق ادا کر دیا۔ پھر نئے نئے حالات پیش آتے رہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین وراثت نبوت کو استعمال کرتے رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحرحال اس قسم کے واقعات خیرالقرون میں ہوئے جو آئندہ والوں کیلئے رہنمائی کرتے ہیں کہ خدا کی دی ہوئی ابدی ہدایت سے قیامت تک استفادہ کرنے کی راہ قیاس واجتہاد ہے۔جس کے حقدار " **الراسخون فی العلم** " اور " **ورثۃ الانبیاء** " ہیں۔

لہٰذا ان مسائل جدیدہ کا حل تلاش کرنا اور اس میں غوروفکر کرنا اہل علم کا کام ہے۔

موجودہ دور میں سائنس وٹیکنالوجی کی غیرمعمولی ترقی، نئی نئی ایجادات واختراعات نے لامحدود مسائل پیدا کردیئے ہیں۔جن کا ماضی میں تصور بھی نہیں تھا۔وقت اور بدلتے ہوئے حالات میں خریدوفروخت کی جدید سے جدید تر طریقے رائج ہوئے ان اشیاء کی خریدوفروخت شروع ہوگئی جو ماضی میں متقوم ہی نہیں سمجھے جاتے تھے۔چونکہ یہ مختصر مقالہ حقوق کے خریدوفروخت کے متعلق ہے۔لہٰذا سب سے پہلے یہ بیان کیا جائے گا کہ:

۱)...... تبادلہ اور خریدوفروخت (بیع) کی حقیقت لغوی اور شرعی کیا ہے ؟

۲)...... مال کسے کہا جاتا ہے ؟

۳)...... مال کا اطلاق صرف مادی اشیاء اور اعیان پر ہوتا ہے یا مال حقوق ومنافع کو بھی شامل ہے ؟

۴)...... خریدوفروخت صرف مادی اشیاء کی ہوسکتی ہے یا حقوق ومنافع کی بیع بھی درست ہے ؟

۵)...... کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شے ماضی میں 'متقوم' اور مال نہ سمجھی جاتی رہی ہو مگر اس دور میں وہی شے متقوم اور مال ہو وغیرہ۔

اور جب ان چیزوں کی وضاحت ہوجائے۔تو پھر خودبخود (انشاءاللہ) وہ اشکالات جو بیع الحقوق پر وارد ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے بہت سے سوالات لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہورہے ہیں، مرتفع ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔کہ وہ صحیح بات لکھنے کی توفیق عطاء فرمادیں اور اس مختصر کاوش کو طلباء، علماء اور عام تاجر لوگوں کیلئے ذخیرۂ علم بنادیں۔اور خود بندہ کیلئے ذخیرہ آخرت بنادیں۔ **آمین یا رب العالمین .**

بیع کی لغوی تحقیق:

لغت میں ایک شئی سے دوسری شئی کے تبادلہ کو "بیع" کہا جاتا ہے۔چاہے مال کا تبادلہ، مال سے ہو یا غیر مال سے۔

عبداللہ بن محمود الموصلی الحنفی (م ۶۸۳ھ) نے بیع کی لغوی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" **البیع فی اللغة : مطلق المبادلة ، و کذالک الشراء، سواء کان فی مال او غیرہ** "

(الاختیار التعلیل المختار : ۳/۲) .

درمختار میں ہے: " **ھو لغة : مقابلة شئی بشئی مالا أو لا** "

(درمختار علی هامش رد المحتار : ۲/۳۵۰ دارالفکر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دار المنتقی میں لکھا ہے: " تملیک شیء بشيء کان مالا أو لا "

(دارا لمنتقی علی ھاش مجمع الانھر: ۳/۲)

ترجمہ:...... یعنی ایک چیز کے ذریعے دوسری چیز کا مالک بنانا لغۃً بیع ہے۔ چاہے یہ تملیک، مال کی ہو یا غیر مال کی۔

اسی طرح القاموس الوحید میں بیع کا معنی مطلق خرید وفروخت کا لکھا گیا ہے ۔ (القاموس الوحید: ص ۱۹۰) ۔

علامہ ابن الہمام نے فخر الاسلام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

لغت میں " مبادلة المال بالمال " کو بیع کہا جاتا ہے۔

ابن شہاب الرملی نے " مقابلة الشئی بشئی " کو لغۃً بیع کہا ہے۔(نہایۃ المحتاج: ۳۸۱/۳)۔

بیع کی ان لغوی تعریفات سے دو/۲ رائے سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ بیع کیلئے مال کا مال کیساتھ تبادلہ ہونا ضروری ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ خواہ مال کا مال کیساتھ تبادلہ ہو یا غیر مال کیساتھ تبادلہ ہو، بیع متحقق ہو جائے گا۔

بیع کی شرعی حقیقت:

جس طرح بیع کی لغوی حقیقت کے بارے میں علماء کے اندر اختلاف رائے پایا جاتا ہے بالکل اسی طرح بیع کی شرعی اور اصلاحی حقیقت کے بارے میں بھی علماء کی آرا اور ان کے اقوال میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے ایک ہی مسلک کے علماء کے درمیان بھی بیع کی حقیقت کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

بیع کی حقیقت کے بارے میں احناف کا مسلک:

۱)...... بعض فقہاء احناف نے بیع کی تعریف میں " شئی مرغوب فیہ " کا ذکر کیا ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک " شئی مرغوب فیہ " کے ذریعہ " شئی مرغوب فیہ " کے تبادلے کا نام بیع ہے۔

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانی اور صاحب درمختار علاء الدین حصکفی سے بیع کی یہی تعریف منقول ہے چنانچہ صاحب درمختار نے بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" وشرعا مبادلة شئی مرغوب فيه بمثله علی وجه مفيد "

(در مختار علی ہامش رد لمختار: ۵۰۲/۴)

ترجمہ...... شئی مرغوب فیہ کا شئی مرغوب فیہ کے ذریعے مفید طریقہ پر تبادلہ کو شرعا بیع کہا جاتا ہے۔

علامہ کاسانی سے بیع کی تعریف میں یہ الفاظ منقول ہے۔

" وهی مبادلة شئی مرغوب بشئی مرغوب "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بدائع الصنائع : ۲۹۸/٦ :مطبعة الامام قاھرہ)

ترجمہ:...... شئی مرغوب کے ذریعے شئی مرغوب کا تبادلہ بیع ہے۔

ایک وضاحت:

بیع کی تعریف میں سب سے پہلے علامہ کاسانی ہی نے "شئی مرغوب" کا تذکرہ کیا ہے پھر ان کی تقلید میں صاحب درمختار نے اس لفظ کو ذکر کیا ہے۔ دیگر علماءِ احناف نے شئی مرغوب فیہ کے تبادلے کے بجائے " مبادلة المال باالمال " کو بیع قرار دیا ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آیا علامہ کاسانی اور صاحب درمختار کے نزدیک بیع میں مال کی شرط ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ شئی جو مرغوب فیہ ہو، اس کی خرید و فروخت ہوسکتی ہے، اس صورت میں بیع کی تعریف " حقوق ومنافع " کو بھی شامل ہوگی، مگر ایسا نہیں ہے۔ جن حضرات نے بیع کی تعریف " مبادلة شئی مرغوب فیہ بشئی مرغوب فیہ " کے ذریعے کی ہے ان حضرات کے نزدیک بھی "شئی مرغوب " سے مراد مال ہی ہے۔

چنانچہ علامہ کاسانی جن سے مذکورہ بالا تعریف منقول ہے۔ بدائع الصنائع ہی میں شرائط معقود علیہ کے ذیل میں بیع کی تعریف اس طرح کی ہے۔

" لان البیع مبادلة المال بالمال " (بدائع الصنائع ۲۹۸/٦)

اسی طرح صاحب درمختار نے شرح ملتقی الابحر میں صراحت کی ہے کہ " شئی مرغوب " سے مراد مال ہے (عربی مقالہ محمد تقی عثمانی: ص ۱۵)۔

اور علامہ ابن عابدین شامی نے صاحب درمختار کے قول "مرغوب فیہ" کے تحت لکھا ہے

" ای ما من شانہ ان ترغب الیہ النفس و ھو المال "

(ردالمختار : ۵۰۲/۴)

لیکن ان حضرات کے نزدیک شئی مرغوب سے مال مراد ہے لہذا یہ تعریف ان فقہاء کرام کے موافق ہوگئی، جنہوں نے بیع کی تعریف میں مال کی شرط لگائی ہے۔

مذکورہ بالا تعریف پر نقد:

مذکورہ بالا تعریف میں شئی مرغوب فیہ کے ذریعے شئی مرغوب فیہ کے تبادلہ کو شرعاً بیع قرار دیا گیا ہے اور " مرغوب فیہ " سے مراد وہ شئی ہے جس کی طرف کل یا بعض لوگوں کا میلان قلب، اور ان کی رغبت ہو، خواہ وہ شئی مباح الانتفاع ہو یا نہ ہو۔ اس تعریف کے لحاظ سے اگر کوئی ذمی کسی مسلمان کے ہاتھ خمر (شراب) کی بیع کرلے تو اسے جائز ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بحر حال خمر، شئی مرغوب فیہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک طبقہ کا اس کی طرف میلان قلب ہے۔ مگر اس کے باوجود فقہاء اس کی تصریح کرتے ہیں کہ " خمر " مال نہیں ہے اگر اس کی بیع کسی مسلمان کے ہاتھ کی گئی تو جائز نہ ہوگا۔

چنانچہ علامہ السید احمد الطحطاوی صاحب درمختار کی تعریف (مبادلة شئی مرغوب فيه بمثله) پر نقض کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

" ويرد على هذا التعريف بيع الخمر من متعاطيه المسلم و قد صرح في المحيط انه ليس بمال وانه لا ينعقد عليه العقد "

اور صاحب کنز کی تعریف کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے

" فالا ولى ماذكره حافظ الدين في الكنز من قوله :هو مبادلة المال بالمال بالتراضي " .

(حاشيه الطحطاوی علی درمختار : ۳/۴)

بعض فقہا نے " تمليك المال بالمال " کو شرعاً بیع قرار دیا ہے۔

صاحب دار المنتقی اور صاحب مجمع الانہر کی یہی رائے ہے۔ ان حضرات کے نزدیک بیع کی تعریف میں تراضی کی قید ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ صاحب دار المنتقی نے بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ۔

" وشرعا (مبادلة المال) اى تمليك المال كما في الدراية (بمال) " .

(دار المنتقى على هامش مجمع الانهر : ۲/ ۳).

ترجمہ:...... یعنی مال کے ذریعے مال کی تملیک کو شرعاً بیع کہا جاتا ہے۔

اسی طرح مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں بھی "مبادلۃ المال بالمال" کو شرعاً بیع قرار دیا ہے۔ (مجمع الانہر: ۲/۳)۔

تراضی کی قید:

علامہ ابن الہمام صاحب فتح القدیر، صاحب کفایہ، صاحب شرح عنایہ اور صاحب کنز نے بیع کی تعریف میں "مبادلۃ المال بالمال" کے ساتھ "تراضی" کی قید بھی لگائی ہے۔ چنانچہ صاحب شرح عنایہ نے بیع کی تعریف اس طرح کی ہے۔

" والبيع في اللغة: تمليك المال بالمال وزيد عليه في الشرع فقيل هو " .

" مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق الاكتساب " .

(شرح عنايه على هامش فتح القدير : ۵/ ۴۵۹ ، ۴۰۰)

ترجمہ:...... بیع لغت میں تملیک المال بالمال کا نام ہے اور شریعت میں اس پر اضافہ کر کے کہا گیا ہے کہ رضامندی کے ساتھ بطریق اکتساب مال کا تبادلہ مال کے ساتھ بیع ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور صاحب کفایہ نے بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"البیع مبادلة المال بالمال بالتراضی"

(کفایہ مع فتح القدیر: ۴۵۴/۵)

محقق ابن الھمام کہتے ہیں کہ باعتبار لغت بھی بیع کی تعریف میں "تراضی" کی قید ملحوظ ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ زید نے اپنا غلام فروخت کیا تو باعتبار لغت وعرف بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے اپنی رضامندی سے اپنے غلام کا تبادلہ "ثمن" سے کیا ہے۔

اس لئے غصب کے ذریعے کسی کے مال کو لینے اور کسی شخص کو بغیر رضامندی کے کوئی چیز دینے کو اہل لغت "بیع" سے تعبیر نہیں کرتے ہیں۔

"والذی یظهر ان التراضی لا بدمنه ایضاً لغة فانه لا یفهم "من باعه" وباع زید عبده الا انه استبدل به بالتراضی، وان الاخذ غصبا واعطاء شئی آخر من غیر تراض لا یقول فیه اهل اللغة باعه". (فتح القدیر: ۴۵۵/۵)

شارح کنز علامہ فخر الدین الزیلعی کا خیال ہے۔ کہ بیع کی تعریف میں تراضی کی قید کا لحاظ ضروری ہے اور تراضی کی قید کیساتھ بیع کا مقید ہونا خود آیتِ قرآنی: "الاّ ان تکون تجارة عن تراض" سے ثابت ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعی صاحب کنز کی عبارت "مبادلة المال بالمال بالتراض" کے تحت لکھتے ہیں۔

"هذا فی الشرع وفی اللغة هو مطلق المبادلة من غیر تقید با لتراضی وکونه مقیداًبه ثبت شرعا لقولہ تعالی، الا تکون تجارة عن تراض" (تبین الحقائق: ۲/۴)

بیع کی راجح تعریف:

بیع کی مذکورہ بالا جملہ تعریفات جامع اور مانع نہیں ہیں۔ یہ تمام تعریفات ہر قسم کے مال کو شامل وعام ہیں۔ چاہے وہ شرعا مباح الانتفاع ہو یا نہ ہو اور چاہے وہ مال متقوم ہو یا غیر متقوم۔ نیز ان تعریفات کی رو سے ایک ذمی کے لیے مسلمان سے خمر کی بیع درست قرار پائے گی حالانکہ شریعت اسلامی صرف ان ہی اموال کی خرید فروخت کو جائز قرار دیتی ہے جو متقوم اور شرعا مباح الانتفاع ہیں۔

ان تعریفات کے مقابلے میں "صاحب الاختیار لتعلیل المختار" کی تعریف زیادہ جامع اور ہر قسم کے نقص اور اعتراض سے محفوظ ہے۔ چنانچہ بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم تملیکا وتملکا"

(الاختیار التعلیل المختار لابن محمود الموصلی ۳/۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیع کی مذکورہ بالا تعریف (مبادلة المال المتقوم بالمال المتقوم تمليكا وتملكا) فقہائے احناف سے منقول ہیں۔ یہ حضرات بیع کی تعریف میں مال کی شرط کو ضروری اور جوہری قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں چیزوں کی خرید وفروخت کے جواز کے قائل ہیں جو شرعاً مال ہیں، غیر اموال کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے درمختار کی عبارت " مرغوب فیہ " کے تحت لکھا ہے۔

" ای مامن شانه ان تر غب اليه النفس وهو المال، ولهذا احترز به الشارح عن التراب والميتة والدم فانها ليست بمال " (ردالمختار : ۵۰۲/۴)

یعنی مرغوب فیہ سے مراد وہ شئی ہے جس کی طرف نفس کی رغبت ہو اور وہ مال ہے اور اسی وجہ سے شارح نے تراب (مٹی)، میتہ (مردار) دم (خون) سے احتراز کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں۔

اور درمختار میں ہے: " خرج غير مرغوب كتراب ومتية دم "

(درمختار علی هاش الطحطاوی : ۳/۳)

یعنی مرغوب فیہ کی قید سے غیر مرغوب مثلاً مٹی، مردار اور خون نکل گیا۔

نیز حنفیہ کے نزدیک مال صرف اعیان اور مادی اشیاء کے ساتھ خاص ہے:

شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ بھی بیع کی تعریف میں مال کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مال عام ہے اعیان اور منافع دونوں کو شامل ہیں۔ شافعیہ کے نزدیک بیع کی تعریف " بيع منفعت على سبيل التابيد " کو شامل ہے اسی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی بیع اعیان ومنافع دونوں کے تبادلہ کا نام ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ابن عرفہ کی تعریف کے مطابق بیع صرف مادی اشیاء کے ساتھ خاص ہے منافع کو شامل نہیں ہے۔ البتہ بعض حقوق ومنافع کی بیع کا جواز مالکیہ سے ثابت ہے ائمہ ثلاثہ کا مسلک اس سلسلہ میں حسب ذیل ہے۔

بیع کی حقیقت کے بارے میں شوافع کا مسلک:

شافعیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ نووی نے، " المجموع شرح المهذب " میں بیع کی تعریف اس طرح کی ہے۔

" واما حقيقة البيع في اللغة فهو مقابلة الما ل بالمال او نحوه تمليكا "

(المجموع شرح المهذب للنووی : ۱۴۹/۹ : دارالفکر).

یعنی لغت میں " تبادلة مال بالمال " کو بیع کہتے اور شریعت کی اصطلاح میں تبادلۂ مال بالمال یا اس کے مثل کے تبادلہ کو تملیکا بیع کہا جاتا ہے اس تعریف میں " نحوہ " کا لفظ غیر مال مثلاً منفعت اور حق وغیرہ کو شامل ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن شہاب الرملیؒ نے بیع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

" هو لغة : مقابلة شئی بشئی وشرعا : عقد يتضمن مقابلة مال بالمال بشرطه الاتی لاستفادة ملک عين او منفعة مؤبدة " . (نهاية المحتاج الی شرح المنهاج : ۳/ ۳۶۱).

ترجمہ:...... لغت میں ایک شئی کے تبادلہ کو دوسری شئی کے ذریعے بیع کہتے ہیں۔ اور شرعاً بیع ایسا عقد ہے جو آنے والی شرطوں کے ساتھ، تبادلہ مال بالمال کو شامل ہوتا ہے تاکہ اس کے ذریعے ملک عین یا منفعت موبدہ سے استفادہ کیا جائے۔ یعنی اگر مادی اور عینی شئی سے تبادلہ کیا جائے۔ تو اس صورت میں اس عین پر بیع کے ذریعے ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر منفعت موبدہ کی بیع کی جائے۔ تو اس پر ملکیت ثابت ہوتی ہے اور اس ملکیت کے نتیجے میں اس سے استفادہ و انتفاع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ علامہ شربینی خطیب نے بیع کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

" عقد معاوضة مالية يفيد ملک عين او منفعة علی التابية " .

(مغنی المحتاج للشربيتی : ۲/۳) .

ترجمہ:...... یعنی بیع ایک ایسے مالی معاوضہ کا نام ہے جو ملک عین یا منفعت علی التابید کا فائدہ دیتا ہے۔ مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شوافع کے نزدیک اگرچہ بیع کی تعریف میں مال کی قید ذکر کی گئی ہے۔ مگر ان حضرات کے نزدیک مال صرف مادی اشیاء اور اعیان کیساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ اعیان اور منافع دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے شوافع کے نزدیک جس طرح مادی اشیاء اور اعیان کی بیع درست ہے اسی طرح حقوق اور منافع کی بیع بھی دوست ہے۔ اسی طرح قاضی بیضاوی نے العایۃ القصوی میں لکھا ہے۔

" البيع تمليک عين او منفعة علی التابيد بعوض مالی " .

(العاية القصوی : ۱/ ۴۵۵) .

ترجمہ:...... کسی مال کے عوض کسی عین یا منفعت کا ہمیشہ کیلئے مالک بنادینا بیع کہلاتا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" عقد يتضمن مقابلة مال بمال بشرطه الاتی لا ستفادة ملک عين اومنفعة موبدة " .

(تحفة المحتاج علی شرح المنهاج : ۴/ ۲۱۵).

ترجمہ:...... بیع ایک ایسا عقد ہے جس میں مال کا تبادلہ مال سے ہو آنے والی شرطوں کیساتھ تاکہ کسی عین یا دائمی منفعت کی ملکیت حاصل ہوجائے۔

صاحب تحفۃ المحتاج کی مذکورہ تعریف پر چند اعتراضات کرنے کے بعد اس کے محشی شیخ عبدالحمید شروانی بیع کی تعریف کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" وقد سلم من هذا الا يرادات قول بعضهم عقد معاوضة مالية تفيد ملك عين او منفعه علی التابید"

(حواشی الشروانی علی تحفة المحتاج : ۴/۲۱۵)

ترجمہ:...... ان اعتراضات کی وجہ سے بعض لوگوں کا قول تسلیم کرلیا گیا کہ بیع مالی معاوضہ کا عقد ہے۔ جو کسی متعین مادی شئی یا دائمی منفعت کی ملکیت کا فائدہ دے۔ نیز علامہ شروانی نے ابن حجر ہیثمیؒ کے قول مؤبدہ کے تحت لکھا ہے۔

" کحق الممر اذا عقد علیه بلفظ البیع "

(حواشی الشروانی علی تحفة المحتاج: ۴/۲۱۵)

ترجمہ:...... جیسے گزرنے کا حق جبکہ اس پر لفظ بیع کے ذریعے معاملہ طے کیا جائے۔

ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

" من المنافع شرعا حق الممر بارض او علی سطح جاز کما یأتی فی الصلح تملکه با لعوض علی التابید بلفظ البیع مع انه محض منفعة اذ لا تملک به عین للحاجة الیه علی التابید "

(تحفة المحتاج : ۴/۲۳۹-۲۴۰)

ترجمہ:...... شرعاً منافع میں سے زمین یا چھت پر سے گزرنے کا حق ہے عوض لے کر ہمیشہ کیلئے اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ جیسا کہ کتاب الصلح میں آئے گا۔ جبکہ لفظ بیع کے ذریعے معاملہ طے کیا جائے باوجود یہ کہ یہ محض منفعت ہے۔ کیونکہ بیع کے ذریعے کسی مادی شئی کا مالک نہیں بنایا جاتا پھر بھی ضرورت کیوجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بیوع کے اندر لوگوں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

بیع کی حقیقت کے بارے میں حنابلہ کا مسلک:

شوافع اور حنابلہ دونوں کے نزدیک بیع کی تعریف جس طرح مادی اشیاء اور اعیان کو شامل ہے اسی طرح حقوق و منافع کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ ان دونوں مسلکوں میں بیع کی تعریف میں مال کی شرط ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بیع کی تعریف میں عموم ہے اس اعتبار سے کہ خواہ مبادلہ مال بالمال ہو یا مبادلہ مال بالمنافع ہو دونوں صورتوں میں بیع منعقد ہو جائے گی۔ جیسا کہ فقہ حنبلی کے مشہور امام اور فقہ حنبلی کے ترجمان امام علاؤالدین المرداوی الحنبلیؒ نے "الانصاف" میں بیع کی مختلف تعریفات ذکر کرنے اور ہر ایک پر نقض وارد کرنے کے بعد لکھا ہے:

" هو عبارة عن تملیک عین مالیة او منفعة مباحة علی التابید بعوض مالی "

(الانصاف للمرداوی : ۴/۲۶۰)

یعنی عوض مالی کے ذریعے عین مالی یا منفعت مباحہ کو ہمیشہ کیلئے مالک بنانے کا نام بیع ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح شیخ منصور بن یونس البہوتی الحنبلی شرح المنتہی میں بیع کی تعریف ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

" **مبادلة عين مالية ...... او منفعة مباحة مطلقابان لا تختص اباحتها بمال دون آخر با حدا هما اى عين مالية أو منفعة مباحة مطلقاً** "

(شرح المنتقى على هامش كشاف القناع عن الاقناع : ۲/۲)

ترجمہ:...... کسی مالیت رکھنے والی شئی یا مطلق مباح منفعت کا تبادلہ کسی دوسری مالیت رکھنے والی شئی یا مطلق مباح منفعت سے (جس کی اباحت کسی چیز کے ساتھ خاص نہ ہو) بیع کہلاتا ہے۔اور چونکہ منافع کی بیع بھی جائز ہے اس لیے آگے فرماتے ہیں:

یعنی کسی کتاب کی بیع کتاب سے یا کتاب کی بیع حق مردر سے یا حق مردر کی بیع کتاب سے، یا کسی گھر کے حق مردر کی بیع دوسرے گھر کے حق مردر سے جائز ہے۔

اسی طرح کشاف القناع متن الاقناع میں ہے:

کسی دوسرے کی ملکیت میں گزرگاہ خریدنا یا کسی کی دیوار میں مخصوص حصہ کا خریدنا تاکہ اس مین دروازہ کھول سکے یا کسی کی زمین میں کنواں کھودنے کے لیے مخصوص حصہ خریدنا یا کسی کے مکان کے اوپر والے حصہ کو خریدنا تاکہ وہ اپنا مکان بنا سکے یا اس پر لکڑی رکھ سکے ان سب کی خرید وفروخت جائز ہے۔بشرطیکہ یہ تمام چیزیں معلوم اور متعین ہو اور جہالت باقی نہ رہے، جائز اس لیے ہے کہ یہ بائع کی ملکیت ہے اور اس کو اپنی ملکیت فروخت کرنے کا حق ہے۔ **(كشاف القناع عن متن الاقناع)**۔

خلاصہ یہ کہ حنابلہ کے نزدیک بھی اعیان کی طرح منافع مال ہیں اور ان کی بیع جائز ہے۔

بیع کی حقیقت کے بارے میں مالکیہ کا مسلک:

حضرات مالکیہ کے نزدیک بھی بیع صرف مادی اشیاء کی ہوسکتی ہے منافع کی بیع ان کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔لیکن جب ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے یہ واضح ہوتا ہے۔کہ جس طرح بیع مادی اشیاء کی ہوتی ہے اس طرح منافع کی بیع بھی ہوسکتی ہے۔

مالکیہ کے نزدیک بیع کی سب سے مشہور تعریف وہ ہے۔جس کو " **ابن عرفه** " نے نقل کیا ہے:

" **عقد معاوضة على غير منافع ولا متعة لذة** "

ترجمہ:...... بیع ایک ایسا عقد معاوضہ ہے جو نہ تو منافع پر کیا جائے اور نہ ہی لذت حاصل کرنے کے لیے۔

چنانچہ ابن عرفہ کی اس تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ بیع صرف مادی اشیاء کی درست ہے نہ کہ منافع کی بیع البتہ زرقانی نے موطاء کی شرح میں بیع کی تمام اقسام کو ذکر کرتے وقت ایک قسم منافع کی بیع کا بھی ذکر فرمایا ہے۔تو اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک بھی منافع کی بیع جائز ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام زرقانی کی عبارت یہ ہے:

" البیوع جمع بیع ، وجمع لا ختلاف انواعه کبیع العین ، وبیع الدین ، وبیع المنفعة "

(شرح الزرقانی علی الموطاء : ۳/ ۲۵).

ترجمہ:...... بیوع ، جمع ہے بیع کی ، اس کی جمع اس لیے لائی گئی ہے کہ اس کی مختلف قسمیں ہیں جیسے کہ عین کی بیع ، دین کی بیع اور منفعت کی بیع۔

المدونۃ الکبریٰ میں جو عبارت منقول ہے۔اس سے بھی یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک منافع کی بیع جائز ہے۔جیسا کہ امام سحنون بن سعید تنوخی نے عبدالرحمٰن بن القاسم سے اورانہوں نے امام مالک سے روایت کی ہے:

" (قلت) ارأیت ان اشتریت طریقا فی دار رجل ، ایجوز هذا فی قول مالک (قال) نعم (قلت) وكذالک لوباعه موضع جذوع له من حائطه يحمل عليها جذوعا له (قال) نعم هو ايضاً قوله اذا وصف الجذوع التی تحمل علی الحائط " . (المدونة الكبرىٰ : ۴/ ۲۱۸)

ترجمہ:...... امام سحنون بن سعید تنوخی نے عبدالرحمٰن بن القاسم سے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں کسی شخص کے گھر میں راستہ خریدوں تو کیا یہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پھر پوچھا کہ اس طرح اگر کوئی شخص اپنی دیوار کی لکڑی کی جگہ فروخت کرلے تاکہ خریدنے والا شخص اپنی لکڑی اس پر رکھ سکے تو کیا یہ جائز ہے۔جواب دیا کہ ہاں یہ بھی امام مالک کا قول ہے بشرطیکہ اس لکڑی کا وصف بیان کردے جو دیوار پر رکھی جائے گی۔

اسی کے آگلے صفحے پر ہے:

" (قلت) أرأیت ان باع عشرة اذرع من فوق عشرة اذرع من هواء هوله ايجوز هذا فی قول مالکؒ ؟ (قال) لايجوز هذا عندى ولم اسمع من مالک فيه شيئاً الا ان يشترط له بناء يبنيه لان يبنى هذا فوقه، فلا بأس بذالک (قلت) ارأيت ان بعت مافوق سقفی عشرة اذرع فصاعداً وليس فوق سقفی بنيان ايجوز هذا (قال) هذا عندى جائز " . (المدونة الكبرىٰ : ۴/ ۲۱۹)

ترجمہ:...... میں نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنی فضاء میں دس ذراع کے اوپر کی دس ذراع فضا فروخت کرلے تو کیا یہ حضرت امام مالکؒ کے قول کے مطابق جائز ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ میرے نزدیک جائز نہیں ہے اور نہ ہی امام مالکؒ سے اس کے متعلق کچھ سنا ہے۔البتہ اگر اس پر عمارت بنانے کی شرط لگادے تاکہ اس کے اوپر سے وہ اپنی عمارت بنا سکے تو اس کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے، میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا خیال ہے۔اگر میں اپنی چھت کے اوپر دس ذراع یا اس سے زائد فروخت کروں جبکہ میری چھت کے اوپر کوئی عمارت نہ ہو تو کیا یہ جائز ہے۔انہوں نے فرمایا یہ میرے نزدیک جائز ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدونۃ الکبریٰ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مالکیہ کے نزدیک کسی کے مکان کے اندر راستہ خریدنا، کسی کی دیوار سے کڑی رکھنے کی جگہ خریدنا تا کہ اپنی کڑی رکھ سکے وغیرہ جائز ہے۔

اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ حق شرب کو فروخت کرے۔اس سے ظاہر ہوا کہ ابن عرفہ نے جن منافع کو بیع کی تعریف سے خارج کیا ہے۔وہ منافع موقتہ ہیں۔اور جہاں تک منافع موبدہ کا سوال ہے۔تو اس کی بیع مالکیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ (حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک مادی اشیاء اور حقوق ومنافع دونوں کی بیع جائز ہے۔گویا کہ ان حضرات کے نزدیک مال کی شرط جوہری نہیں ہے۔

(جاری ہے……) ۔

……☆☆☆☆☆……

© rasailojaraid.com